مضامین علمیہ

رسالہ "اکابر کا مسلک و مشرب" کے تیسرے ایڈیشن پر ایک نظر

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدُالواحِد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ ونشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ واھل بیتہ اجمعین۔

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی نے ایک رسالہ بنام اکابر کا مسلک و مشرب ترتیب دیا تھا جس میں چند باتیں غلط طور پر اکابر دیوبند کی طرف منسوب کر دی گئی تھیں۔ ہم نے اپنے تبصرہ بنام "ہمارے اکابر کا اصل مسلک و مشرب" میں ان چند باتوں کو کھول کر بیان کیا تھا اور دلائل سے ثابت کیا تھا کہ ہمارے اکابر کا وہ مسلک نہیں تھا جس کا اس رسالہ میں دعویٰ کیا گیا۔

اب اسی رسالہ کا تیسرا ایڈیشن مولانا عبد الحفیظ صاحب مکی کے مقدمہ اور مفتی جیب اللہ صاحب کے حواشی کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ ہمارے تبصرے میں دیئے گئے دلائل سے تو ان دونوں حضرات میں سے کسی نے بھی تعرض نہیں کیا، البتہ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کی تائید میں چند واقعات وحوالجات نقل کیے ہیں جو دلائل کے درجے میں قطعاً نہیں ہیں۔

مناسب سمجھا گیا کہ اس ایڈیشن پر بھی اختصار کے ساتھ کچھ تبصرہ کر دیا جائے تاکہ کسی کے سامنے حق مخفی وملتبس نہ رہے اور جس کو اللہ تعالیٰ توفیق عنایت فرمائیں وہ حق بات کو لے کر ناحق سے محفوظ رہے۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجماعی مسئلہ سے اختلاف کرنے والوں سے ہمارا کوئی تعلق

ہیں

سئلہ محفل میلاد

مولانا عبدالحفیظ مکیؔ صاحب اور مفتی حبیب اللہ صاحب مصنف رسالہ مولانا عزیزالرحمٰن صاحب
رح اس بات کو ثابت کرنے اور منوانے کے درپے ہیں کہ اکابر دیوبند بتداعی ایسی محفلِ میلاد کے انعقاد
قائل تھے جو منکرات وقیودات سے خالی ہو۔ حالانکہ اکابرینِ دیوبند ایسی محفلِ میلاد جو تداعی کے ساتھ
اُس کے بھی قائل نہیں، البتہ ایسی محفل جو دیگر قیودات و منکرات کے ساتھ ساتھ تداعی سے بھی خالی
صرف اس کو اصلاً جائز سمجھتے ہیں۔ اصل رسالہ پر ہمارا تبصرہ جو "ہمارے اکابر کا اصل مسلک ومشرب"
نام سے "انوارِ مدینہ" کے شماروں میں شائع ہوا تھا اس میں ہم نے تفصیل سے اس بات کو بیان کیا
، لیکن حیرت ہے کہ مولانا عبدالحفیظ مکیؔ اور مفتی حبیب اللہ صاحبان نے اس سے کیوں صرفِ نظر کر
اور اکابر کے واضح فتاوی وارشادات کو چھوڑ کر بعض محتمل عبارات کو تائید کے طور پر لائے۔

ہم ایک مرتبہ پھر اپنے اکابرین کے چند حوالجات پیش کرتے ہیں جن سے مسئلہ کی اصل حقیقت
بارہ سامنے آجائے۔

مولانا تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"مولود شریف کی محفل کی تین صورتیں ہیں اور ہر ایک کا جدا حکم ہے۔

پہلی صورت: وہ محفل جس میں قیود مروجہ متعارفہ میں سے کوئی قید نہ ہو، نہ قید مباح
نہ قید مکروہ سب قیود سے مطلق ہو مثلاً کچھ لوگ اتفاقاً جمع ہو گئے ہوں کسی نے اُن کو اہتمام
کرکے نہیں بلایا یا کسی اور مباح ضرورت سے بلائے گئے تھے۔ اس مجمع میں خواہ کتاب سے
یا زبانی حضور پُرنور سرورِ عالم فخرِ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ ولادت شریفہ و
دیگر اخلاق وشمائل ومعجزات وفضائل مبارک صحیح صحیح روایات سے بیان کردیا گیا اور اثنائے
بیان میں اگر ضرورت امر بالمعروف و بیان احکام کی دیکھی جائے تو اس میں بھی دریغ نہیں کیا
گیا۔ یا اصل میں اجتماع استماعِ وعظ واحکام کے لیے ہو اس کے ضمن میں ان وقائع شریفہ و

دوسری صورت : وہ محفل جس میں قیود غیر مشروعہ موجود ہوں جو کہ اپنی ذات میں بھی قبیح و معصیت ہیں مثلاً روایات موضوعہ خلاف واقعہ بیان کی جائیں ... یا لوگوں کو جمع کرنے کا اہتمام بہت مبالغہ سے کیا جائے کہ اس قدر اہتمام نماز وجماعت و وعظ کے لیے بھی نہ ہوتا ہو ... یہ وہ صورت ہے جو ... شرعاً بالکل ناجائز ہے۔

تیسری صورت : وہ محفل جس میں نہ تو پہلی صورت کا سا اطلاق و بے تکلّفی ہو اور نہ دوسری صورت کی طرح اس میں قیود حرام ہوں بلکہ قیود تو ہوں مگر ایسے قیود ہوں جو خود اپنی ذات میں مباح وحلال ہیں یعنی روایات بھی صحیح و معتبر ہوں ... لوگوں کو بلانے اور اطلاع کرنے میں مبالغہ نہ ہو ... ایسی محفل نہ تو پہلی محفل کی طرح علی الاطلاق جائز ہے اور نہ دوسری محفل کی طرح علی الاطلاق ناجائز ہے'' (ص: ۱۰۸، اصلاح الرسوم)

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو، مگر اہتمام وتداعی اس میں بھی موجود ہے۔ لہٰذا اس زمانہ میں درست نہیں'' (ص: ۱۰۵، فتاوی رشیدیہ)

مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''... ہاں ذکر مولود میں بھی گو مندوب ہے، مگر تداعی و اہتمام اس کا کہیں سلف سے ثابت نہیں بدعت ہو دیگا'' (ص: ۱۵۳، براہین قاطعہ)

ان حوالجات سے یہ بات بخوبی واضح ہوئی کہ ہمارے اکابر کے نزدیک تداعی واہتمام کے ساتھ جو محفل میلاد منعقد کیجاتے وہ اگرچہ دیگر منکرات و قیودات سے خالی ہو تب بھی ناجائز اور بدعت ہے اور جو محفل میلاد علی الاطلاق جائز ہے وہ وہ محفل ہے جو دیگر منکرات کے ساتھ ساتھ تداعی و اہتمام سے بھی خالی ہو۔ لہٰذا اکابر کی عبارات میں جہاں کہیں یہ لکھا ہے کہ محفل میلاد اصلاً مباح ہے تو اس سے مراد بھی دوسری قسم کی محفل ہے۔

اب صرف اتنی بات رہ جاتی ہے کہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے اصلاح الرسوم میں محفل میلاد کی جو تیسری صورت ذکر کی ہے یعنی جس میں لوگوں کو بلانے اور اطلاع کرنے میں مبالغہ نہ ہو تو اس کا مصداق کون سی محفل ہے ؟ اس تیسری صورت کے بارے میں ہم اپنے سابقہ تبصرے میں بھی کچھ لکھ چکے ہیں

یہاں ہم دوبارہ اس صورت کے بارے میں تفصیل سے لکھتے ہیں تاکہ کسی کو مغالطہ و غلط فہمی نہ رہے کیونکہ اس وقت بعض لوگوں کا یہ خیال بنا ہُوا ہے کہ اگر اس قسم کی (یعنی میلاد، ذکر اور درود شریف کی) محفلیں تداعی کے ساتھ منعقد کی جائیں، البتہ تداعی میں اصرار نہ ہو اور دیگر منکرات سے خالی ہوں اور اُن کو سُنّت بھی خیال نہ کیا جائے تو یہ محفلیں جائز ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان حضرات کا مستدل مولٰنا تھانوی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ یہ تیسری صورت ہو۔

اوّلاً : ہم کہتے ہیں کہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے اس صورت کے جواز کے لیے جو تفصیلی قواعد و ضوابط تحریر فرماتے ہیں اُن کی روشنی میں ایسی محفل شاید پہلے کسی دور میں ممکن الوجود ہو اب یا آئندہ تو اس کا وجود ممکن ہی نہیں۔ اسی لیے خود فرماتے ہیں۔

"یہ وہ محفل ہے جو نہایت احتیاط والوں میں شاید کہیں شاذ و نادر پائی جاتی ہو۔

(ص: ۱۱۳، اصلاح الرسوم)

نیز خود ہی اس سے اجتناب کرنے کا واضح حکم بھی دیتے ہیں۔

"... تو اس طرح کی محفل گو سلف صالحین سے منقول نہیں، مگر بوجہ مخالف نہ ہونے قواعد شرعیہ کے ممنوع بھی نہ کہی جائے گی۔ یہ حکم ہے صورت سوم کا باعتبار فتوی کے لیکن مصلحت انتظام دین کا مقتضا یہ ہے کہ اس سے بھی احتیاط رکھیں کیونکہ یہ خود نہ تو ضروریات دین سے ہے نہ کسی ضرورتِ دین کا موقوف علیہ ہے اور ایک بار یہی ہیئت اجتماعیہ مباحہ مفضی الی المفاسد ہو بھی چکی ہے جیسا کہ پیشِ نظر ہے اور جہل روز بروز غالب ہوتا جاتا ہے۔ اس لیے مرتبہ تقویٰ احتیاط ہی میں ہے (ص: ۱۱۹، اصلاح الرسوم)

ثانیاً : علامہ سیوطی، ابن حجر اور ملا علی قاری رحمہم اللہ جس محفلِ میلاد کے قائل تھے، ظاہر ہے کہ وہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ تیسری صورت ہو گی، لیکن خود مولٰنا تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ "اس وقت بھی بعض عُلماء نے اُن کے ساتھ اختلاف کیا تھا"

(ص: ۱۱۹، اصلاح الرسوم)

ثالثاً : مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے تداعی میں وہ حدِ فاصل نہیں ذکر کی کہ جس سے تجاوز کیا جائے تو وہ تداعی ناجائز ہو گی اور اس کی تحدید ممکن بھی نہیں اور ابہام کے ہوتے ہُوئے عمل ممکن نہیں۔ لہٰذا

دیگر دلائل و نکات کو دیکھتے ہوئے یہاں نفس تداعی ہی کو ناجائز کہا جائے گا۔ چوتھے نکتہ سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

رابعاً: خود مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے بدعت و سُنّت کو پہچاننے کا ایک قاعدہ کلیہ ضبط فرمایا ہے جس سے خود حضرت کے بقول تمام جزئیات کا حکم مستنبط ہو سکتا ہے۔ اسی کے تحت مولانا رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"دوسری قسم وہ چیزیں ہیں جن کا سبب قدیم ہے جیسے مجالس میلاد مروجہ اور تیجہ، دسواں۔ چہلم وغیرہ من البدعات کہ اُن کا سبب قدیم ہے۔ مثلاً مجلس میلاد کے منعقد کرنے کا سبب فرح علی الولادۃ النبویۃ ہے اور یہ سبب حضور کے زمانے میں بھی موجود تھا، لیکن حضورؐ نے یا صحابہ نے یہ مجالس منعقد نہیں کیں۔ نعوذ باللہ صحابہ کا فہم یہاں تک نہیں پہنچا۔ اگر سبب اس کا اس وقت نہ ہوتا تو البتہ یہ کہہ سکتے کہ منشاء اس کا موجود نہ تھا، لیکن جبکہ باعث اور بناء اور مدار موجود تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ نہ حضور نے کبھی مجلس میلاد منعقد کی اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسی چیزوں کا حکم یہ ہے کہ وہ بدعت ہیں۔ صورۃً بھی اور معنیً بھی اور حدیث من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ میں داخل ہو کر واجب الرد ہیں"۔

(ص ۱۴۰ - ۱۳۹ رمیلاد النبیؐ از افادات مولانا تھانوی رحمہ اللہ)

ان آخری تین نکات کی بناء پر مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ تیسری صورت یا تو مرجوح ہے یا مرجوع عنہ ہے اور خود مولانا تھانوی رحمہ اللہ کا اپنا عمل یہ ہے کہ اپنے وصایا میں فرماتے ہیں۔

"میرے ایصالِ ثواب کے لیے کبھی جمع نہ ہوں نہ اہتمام سے نہ بلا اہتمام۔ اگر کسی دوسرے اتّفاق سے بھی جمع ہو جاویں تو تلاوت وغیرہ کے وقت قصداً متفرق ہو جاویں اور ہر شخص منفرداً بطورِ خود جس کا دِل چاہے دُعا و صدقہ و عبادتِ نافلہ سے نفع پہنچاوے۔

(اشرف السوانح ص ۱۲۹ ج ۳)

البتہ ایک شکل ایسی ہے جو مولانا رحمہ اللہ کی ذکر کردہ تیسری صورت کا شاید مصداق بن سکے اس کو سمجھنے کے لیے پہلے یہ سمجھئے کہ اذان تداعی کی شکل ہے کہ لوگوں کو مسجد میں آنے کے لیے بُلایا جاتا ہے

جبکہ اقامت میں تداعی نہیں ہے، بلکہ مسجد میں موجود لوگوں کو فقط اطلاع دینا ہے کہ جماعت کھڑی ہو رہی ہے۔ تو ایسے ہی اگر کوئی ایسی جگہ جو ایک اکائی سمجھی جاتی ہو۔ مثلاً مسجد وغیرہ کہ جس میں افراد مختلف کونوں میں موجود ہوں اُن کو اسی مکان کے کسی ایک حصّہ میں اکٹھا ہونے کا کہنا حقیقتۃً تداعی نہ ہوگا، اگرچہ بظاہر تداعی خیال کیا جائے، لیکن اس اجتماع کا بھی حکم یہ ہے کہ اگر اندیشہ ہو کہ لوگ اس کو اپنی ناجائز محافل کے لیے حجت و دلیل بنالیں گے تو پھر اس سے بھی اجتناب ضروری ہے اس اصل اُصول کو سمجھنے کے بعد اب اکابرین کی ان عبارات پر نظر ڈال لیجیے جو مولانا عبدالحفیظ مکّی صاحب اور مفتی حبیب اللہ صاحب نے اپنی تائید میں پیش کی ہیں۔

(۱) مفتی حبیب اللہ صاحب مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کا فتوٰی نقل کرتے ہیں۔

"اب رہے تین مسئلے۔ مسئلہ قیود مجلس مولود اور قیود ایصالِ ثواب اور عرس بزرگان کا کرنا تو اس میں وہ خود لکھتے ہیں کہ دراصل مباح ہیں۔ اگر ان کو سنّت و ضروری جانے تو بدعت اور تعدی حدود اللہ اور گناہ ہے اور اس کے بدوں کرنے میں اباحت لکھتے ہیں اور ہم لوگ جو منع کرتے ہیں تو وجہ یہ ہے کہ اُن کو رسوم اہل زمانہ سے خبر نہیں کہ یہ لوگ ان قیود کو ضروری جانتے ہیں لہٰذا باعتبار اصل کے مباح لکھتے ہیں اور ہم لوگوں کو عادتِ عوام سے محقق ہوگیا کہ یہ لوگ ضروری اور سنّت جانتے ہیں۔ لہٰذا ہم بدعت کہتے ہیں۔ پس فی الحقیقت مخالفت اصل مسائل میں نہیں ہوتی۔ (ص۳۳ رسالہ "اکابر کا مسلک و مشرب")

اس حوالہ میں محفل میلاد کا ذکر نہیں بلکہ مجلس مولود کا قیود کا ذکر ہے جن کو دراصل مباح کہا ہے وہ قیود مجلس ہیں۔ اسی لیے آگے عبارت میں یہ ہے۔"ان کو رسوم اہلِ زمانہ سے خبر نہیں کہ یہ لوگ ان قیود کو ضروری جانتے ہیں لہٰذا باعتبار اصل کے مباح لکھتے ہیں"۔

(۲) مفتی حبیب اللہ صاحب نے رسالہ کے ص۳۴ کے حاشیہ میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ کا مکتوب نقل کیا۔

"صاحب براہینِ قاطعہ نے نفس میلاد کو بدعت ضلالہ نہیں کہا۔ قیودات زائدہ محرمہ مکروہہ کہا ہے"۔

اس مکتوب گرامی میں محفل میلاد کا ذکر ہی نہیں اور نفس میلاد سے اگر نفس محفل مراد لیں

تو ہم اس بارے میں صاحب براہینِ قاطعہ کی اپنی عبارت اُوپر پیش کر چکے ہیں جس میں ـــــ ذکرِ مولود کے لیے تداعی و اہتمام کو بدعت کہا ہے۔

(۳) مولانا عبد الحفیظ مکی صاحب رسالہ پر اپنے مقدمہ میں مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی بات نقل کرتے ہیں

"ان احادیث و آثار کی بنا پر فقہا حنفیہؒ کا مسلک ایسے معاملات میں یہی ہے کہ جو امر اپنی ذات میں مستحب ہو، مگر مقصود شرعی نہ ہو اگر اس میں منکرات و بدعات شامل ہو جائیں یا شامل ہونے کا خطرہ قوی ہو تو ایسے مستحبات کو سرے سے ترک کر دیا جائے لیکن جو امر مستحب مقاصد شرعیہ میں سے ہو یا اس پر کوئی مقصد شرعی موقوف ہو تو اُس کو شمول منکرات کی وجہ سے ترک نہ کیا جائے بلکہ ازالہ منکرات کی کوشش کرنا چاہیے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اسی مسلک حنفی کے پابند تھے۔ اس لیے مروجہ محفل میلاد جو بہت سے منکرات و بدعات پر مشتمل ہو گئی ہے اس میں شرکت کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ کچھ زمانہ تک اس مسئلہ میں حضرت گنگوہی سے بھی میرا اختلاف رہا، مگر بالآخر دلائل کی قوت اور دین کی حفاظت کے پیشِ نظر یہی مسلک احوط و اسلم نظر آیا۔ اسی کو اختیار کر لیا، لیکن جو مسلک صوفیائے کرام نے اختیار فرمایا ہے میں اس کو بھی بے اصل نہیں جانتا۔ فقہائے مجتہدین سے حضرات شافعیہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

(ص۱۷ رسالہ "اکابر کا مسلک و مشرب" تیسرا ایڈیشن)

ہم کہتے ہیں کہ ہمارے دَور میں مروجہ محافل میلاد جبکہ منکرات و قیودات محرمہ و مکروہہ پر مشتمل ہیں تو مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کے مسلک کے مطابق اور فقہ حنفی کے مطابق بھی محافل میلاد کو سرے سے ترک کرنا ضروری ہے خواہ وہ کسی بھی قسم کی ہوں۔ اس لیے ان حضرات کے لیے بھی محافل میلاد کے عقد سے اجتناب ضروری ہے۔ اگر یہ حضرات اکابر دیوبند کے اصل مسلک اور حنفی مسلک سے روگردانی کرتے ہوئے اپنے لیے کسی اور مسلک میں مصلحت دیکھتے ہیں تو وہ اس کے ذمّہ دار ہیں، لیکن اکابر کی طرف غلط مسلک کے انتساب کو تو کسی طور سے جائز نہیں کہا جا سکتا۔

(۴) مولانا عبد الحفیظ مکی صاحب رسالہ کے ص۱۷ پر ایک حاشیہ میں فرماتے ہیں۔

"اکابر حضرت گنگوہی و حضرت تھانوی قدس سرہما کے نزدیک اصلاً محفل میلاد کا انعقاد

مستحب اور موجب خیر وسعادت ہے۔ یہی بات المہند اور دیگر مقامات پر اکابر سے صراحتاً منقول ہے۔"

المہند میں ہے۔

پس اگر مجلس مولود منکرات سے خالی ہو تو حاشا ہم یوں کہیں کہ ذکرِ ولادت شریفہ ناجائز اور بدعت ہے (ص۶۲ اکابر کا مسلک و مشرب تیسرا ایڈیشن)

ہم کہتے ہیں کہ جو محفل اور مجلس میلاد مستحب ہے وہ وہ محفل ہے جو منکرات کے ساتھ ساتھ تداعی سے بھی خالی ہو کما مر غیر مرة

(۵) مولانا عزیز الرحمٰن صاحب اور مفتی حبیب اللہ صاحب نے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ سے متعلق محفلِ میلاد کے بارے میں جو واقعات وارشادات نقل کیے ہیں ان کے بارے میں ہم کہتے ہیں کہ

یہ روایات خبر واحد کے درجے میں ہیں اور مذکورہ قواعد کے مخالف ہونے کے باعث مُاَوّل ہیں یا ناقابلِ التفات ہیں۔

دوسری فصل:

رسالہ" اکابر کا مسلک و مشرب" کے مرتّب مولانا عزیز الرحمٰن صاحب نے اس رسالہ میں اس قسم کے کلمات" اہل السنّت والجماعت کے دو گروہ جن میں فی الحقیقت اصلا کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے۔" (ص۴۳ تیسرا ایڈیشن)

لکھ کر یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ احمد رضا خان بریلوی کے منتسبین بھی اہلِ سُنّت میں شامل ہیں ہم نے اپنے تبصرے میں واضح کیا تھا کہ احمد رضا خان صاحب کے بعض عقائد مثلاً نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے علم غیب اور علم ماکان وما یکون کو ماننا اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کو مختار کل ماننا یہ اہلِ سُنّت کے مخالف عقائد ہیں اور اس بارے میں ہم نے اکابر دیوبند کے فتاوٰی بھی درج کیے تھے۔ اُن کو دوبارہ ملاحظہ فرما لیا جائے۔

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب نے اس رسالہ کے پہلے ایڈیشن میں صرف مولانا یوسف لدھیانوی مدظلہ کی ایک عبارت نقل کی تھی، لیکن جدید ایڈیشن میں انھوں نے حضرت مولانا قاری طیّب صاحب رحمہ اللہ کا

ایک مکتوب بھی اپنی تائید کے لیے شاملِ اشاعت کیا ہے اور مولانا عبد الحفیظ مکی صاحب نے اپنے مقدمہ میں مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی مدظلہ کے ایک جواب کو بطورِ تائید کے ذکر کیا ہے کہ جب ایک صاحب نے پوچھا کہ حضرت یہ دیوبندی بریلوی اختلاف کی کیا حقیقت ہے تو حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا کہ جیسے حنفی شافعی

ہم کہتے ہیں کہ ان حضرات کے یہ دعاوی ہیں جو محتاجِ دلیل ہیں ہمارے لیے اتنا کافی ہے کہ ہم ان دعاوی کو تسلیم نہ کریں اور دلیل کا مطالبہ کریں۔ علاوہ ازیں ان حضرات کے یہ اقوال محتمل بھی ہیں کہ طبقہ بریلویہ کے عوام الناس مراد ہوں جو احمد رضا خاں اور ان کے عقائد سے باخبر نہیں ہیں۔

لیکن رسالہ والے حضرات احمد رضا خان اور اُن کے ہم عقیدوں کو بھی اہلِ سنّت میں شمار کرنے پر مصر ہیں۔ تو جب تک وہ دلائل سے اُن کا اہلِ سنّت ہونا ثابت نہیں کرتے اُن کے دعوے بے بنیاد ہیں اور عبارات یہ اپنی تائید میں لا رہے ہیں وہ بھی اُن کو کچھ مفید نہیں۔

<u>تیسری فصل:</u>

نقشہ نعل مبارک رسالہ "اکابر کا مسلک و مشرب" میں مولانا عزیز الرحمٰن صاحب نے نقشہ نعل مبارک کا عنوان باندھ کر اس سے توسل و استبراک کی مسلمانوں کو تلقین و ترغیب دی اور اس کے لیے مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی عبارات بھی پیش کیں۔

ہم نے اپنے سابقہ تبصرہ میں ذکر کیا تھا کہ بعض دیگر حضرات مثلاً مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ نے اس بارے میں مولانا تھانوی رحمہ اللہ سے اختلاف کیا ہے۔ علاوہ ازیں مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ نیل الشفاء سے واضح طور پر رجوع فرمالیا تھا اور مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے اس رجوع کا مطلب جو مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ نے بیان کیا تھا اس کو بھی نقل کر دیا تھا جس کے بعد اب اس کی گنجائش نہیں رہی تھی کہ کوئی نقشہ نعل مبارک سے استبراک و توسل کی عام ترغیب دے اور تشہیر و اشاعت کی تلقین کرے۔

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کے اس رسالہ پر مفتی حبیب اللہ صاحب اپنے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

"بعض حضرات اشکال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت تھانوی قدس سرہ نے اس رسالہ (یعنی نیل الشفاء) سے رجوع فرمالیا تھا۔ دراصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے ان قیودات پر جو حضرت تھانویؒ نے اس رسالہ میں نقل فرمائی تھیں، اندیشہ ظاہر فرمایا تھا کہ ان کی وجہ سے عوام کا عقیدہ

خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا حضرت تھانوی قدس سرہ نے ان قیودات کے بارے میں کچھ اصلاحات اور تنبیہات فرما دی تھیں۔ یہ خط و کتابت "زاد السعید" کے آخر میں مطبوع ہے اس کو ہر شخص پڑھ سکتا ہے

چنانچہ حضرت تھانوی رحؒ نے زاد السعید کے متعلق خط و کتابت اور تنبیہات فرما دینے کے بعد جب رسالہ مبارکہ "نشر الطیب" تصنیف فرمایا تو اس میں بھی نعل شریف کی برکات تحریر فرمائیں۔ تحریر فرماتے ہیں کہ "رسالہ نیل الشفاء مؤلفہ احقر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشہ نعل شریف کی برکات اور خواص مذکور رہیں۔ (ص۶۶ اکابر کا مسلک و مشرب تیسری اشاعت)

حیرت ہے کہ مفتی حبیب اللہ صاحب نے مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے رجوع سے کیوں صرف نظر فرمالیا۔ ہم اپنی تحریر کا متعلقہ حصہ دوبارہ پیش کرتے ہیں۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اس لیے مناظرانہ کلام کو بند کر کے ناظرانہ عرض کرتا ہوں کہ گو احتیاطی تحریرات میں ہمیشہ شائع کرتا رہا، چنانچہ مکتوبات جبر کے حصہ سوم بابت ۳۳ کے صفحہ ۱۵ میں بھی ایک صاف مضمون ہے، مگر مسئلہ میں تردد نہ ہوا تھا، لیکن اب مجھ کو خواص کے اس اختلاف آراء سے نفس مسئلہ میں تردد ہوگیا پھر اس کے ساتھ عوام کے اختلاقِ اھواء سے جس سے میرا ذہن خالی تھا۔ مصالحہ دینیہ اسی کو مقتضی ہیں کہ بحکم دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَالَا یُرِیْبُکَ (الحدیث) اپنے رسالہ نیل الشفاء سے رجوع کرتا ہوں اور کوئی درجہ تسبب للضرر کا اگر واقع ہوگیا ہو اس سے استغفار ... کرتا ہوں"۔

اور مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ نے اس رجوع کا مطلب اور حقیقت یہ بتائی ہے کہ یہ رجوع استبراک و توسل اور تشہیر و اشاعت کی تلقین سے تھا۔ فرماتے ہیں۔

حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی مدظلہ کے رسالہ نیل الشفاء سے اس اعلان رجوع کا مطلب یہ ہے کہ رسالہ نیل الشفاء سے یہ سمجھا جاتا تھا کہ نقشہ نعل شریف سے استبراک و توسل کی مسلمانوں کو تلقین و ترغیب اور نقشہ کی تشہیر و اشاعت کی تحریض مقصود ہے۔ اب حضرت مولانا دام فیضہم نے عوام کے تجاوز عن الحد اور غلو کو مدنظر رکھ کر استبراک و توسل کی ترغیب اور تشہیر و اشاعت کی تلقین سے رجوع فرمالیا ہے۔ ... (ص۶۹، ج ۲، کفایت المفتی)

دیکھئے مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ کی وضاحت کی روشنی میں مولانا تھانوی رحمہ اللہ کا اپنے رسالہ نیل الشفاء سے استبراک و توسل کی ترغیب اور تشہیر و اشاعت کی تلقین سے رجوع کتنا کھلا اور واضح ہے

چونکہ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب رسالہ اکابر کا مسلک و مشرب میں نقشہ نعل شریف سے استبراک و توسل کی ترغیب عوام کو دے رہے تھے اس لیے ہم نے پوری بات لکھ کر ان کو اس طرف توجہ دلائی تھی لیکن اب مفتی حبیب اللہ صاحب اس سب کو نظر انداز کر کے یہ فرماتے ہیں کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بس رسالہ نیل الشفاء میں کچھ اصلاحات اور تنبیہات فرما دی تھیں۔ اس طرح سے وہ بھی نقشہ نعل شریف سے استبراک و توسل کی عوام کو ترغیب دینے میں مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کے شریک کار بنتے ہیں تو اُن کی مرضی لیکن اُن کا یہ عمل مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی تعلیم و عمل کے بالکل برعکس ہے۔

چونکہ یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ کا رجوع نقشہ نعل شریف سے استبراک و توسل کی ترغیب اور تشہیر و اشاعت کی تلقین سے تھا۔ لہٰذا مولانا تھانوی رحمہ اللہ کا بعد میں اپنے رسالہ نشر الطیب میں فقط یہ ذکر کرنا کہ اور رسالہ نیل الشفاء مؤلفہ احقر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشہ نعل شریف کے برکات و خواص مذکور ہیں۔ ہماری بات کے منافی نہیں۔ کیونکہ ہم نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے اس کے برکات و خواص کے قول سے بھی رجوع کر لیا تھا۔ فقط۔

بقیہ: طب اور اسلام

افسوس جس تبرک کو ساٹھ سال تک نہایت احتیاط سے رکھا وہ اس بلوے کی نذر ہو گیا۔

اس واقعہ سے آپ تبرّک اور انعام کی اہمیّت سمجھ سکتے ہیں کہ انعام اگرچہ تھوڑا ہوتا ہے مگر بہت قیمتی ہوتا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

"انوارِ مدینہ" میں

اشتہار

دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے